عفت سحر طاہر

تیز برستی بارش اور سماعتوں میں کسی کے تیز چبھتے جملے' یہ خواب اس کی زندگی کا سب سے ڈراؤنا خواب تھا جو اسے یہ یاد دلاتا تھا کہ اس نے کسی سے ان سب کی بربادی کا وعدہ کیا تھا۔

آفندی ہاؤس میں اصول پسند آغا جان اپنے دو بیٹوں مبین آفندی اور سہیل آفندی' ان کی بیویوں اور بیٹیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ انہیں اپنا پوتا نہ ہونے کا بہت دکھ ہے پوتیاں ان کی اس بات سے بہت چڑتی ہیں۔

وقار آفندی کو ایک گانے والی زر نگار سے محبت ہو جاتی ہے۔ وقار آفندی زر نگار کو نکاح کی آفر دیتا ہے تو وہ غائب ہو جاتی ہے۔

طلال اور مہ ماہ یونی ورسٹی میں ایک ساتھ پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ طلال کے گھر والے مہ ماہ کا رشتہ لے کر آتے ہیں جو قبول کر لیا جاتا ہے۔

مبین آفندی' آغا جان سے بات کرتے ہیں کہ فاران آفندی کو معاف کر دیا جائے اور اسے اس کے بیٹے اور بیوی کے ساتھ آفندی ہاؤس بلا لیا جائے۔ فاران آفندی کو چھوٹے بھائی وقار آفندی کی حمایت اور آغا جان کی مخالفت کی وجہ سے گھر بدر کر دیا گیا تھا۔ پوتے کی خاطر آغا جان مان جاتے ہیں' تائی جان' مبین آفندی کی بیوی اس بات پر بہت ناراض ہوتی ہیں۔ فاران آفندی پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیتے ہیں' ان کی بیوی ثمرہ اور بیٹا موحد بہت ناراض ہوتے ہیں۔

وقار آفندی آخر کار زر نگار کو تلاش کر لیتا ہے۔ اور اسے یقین دلاتا ہے کہ وہ اسے باعزت طریقے سے اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہے اور اپنے خاندان میں متعارف کرائے گا۔

آفندی ہاؤس میں بے چینی سے فاران کا انتظار ہو رہا ہوتا ہے لیکن وہ نہیں پہنچ پاتے ان کا فون بھی بند ہوتا ہے۔ تیسرے دن مبین آفندی کا فاران آفندی کے فون پر رابطہ ہوتا ہے تو وہ آغا جان کو بتاتے ہیں کہ فاران آفندی اب اس دنیا

میں نہیں رہا ہے۔

آغا جان یہ خبر سن کر ٹوٹ گئے۔ فاران آفندی کی وصیت کے مطابق ان کی تدفین ان کے آبائی قبرستان میں کی گئی۔ ان کی بیوی ثمر اور بیٹا موحد پاکستان آگئے۔ مہماہ کی منگنی طلال سے طے ہو چکی ہے، جس پر تزئین حسد کرتی ہے۔ موحد اور ثمر آفندی ہاؤس آجاتے ہیں۔ موحد بہت ہینڈسم اور خوبرو ہے۔ آغا جان اس سے محبت کا اظہار کرتے ہیں، لیکن موحد کو ان سب سے نفرت ہے۔ زرگل بائی کو قیمت دے کر وقار آفندی نے زرنگار سے شادی کرلی تھی، لیکن اس شادی کو آغا جان نے قبول نہیں کیا۔ ماں نے کہا کہ وہ زرنگار کو طلاق دے دے۔ انہوں نے دوپٹا قدموں میں رکھ دیا۔ گھر کے دیگر افراد بھی مخالف تھے۔ صرف ثمر بھابھی جو فاران آفندی کی بیوی تھیں۔ وہ وقار کے ساتھ تھیں۔ وقار آفندی کا بیٹا نمیر آفندی سومیہ کا دوست ہے۔ سومیہ اسے پسند کرتی ہے۔ ثمر اچانک یہ کہہ کر دھماکا کردیتی ہیں کہ مہماہ اور موحد کا رشتہ آغا جان نے بچپن میں طے کردیا تھا۔

تیسری قسط

کھانے کی میز پر یکبارگی سناٹا پھیل گیا۔

ثمر کے چبھتے ہوئے سوال کے جواب میں آغا جان ساکت سے اسے دیکھ رہے تھے جبکہ صدیقہ بھابی بھی ہکا بکا سی تھیں۔ مگر فوراً" ہی ہڑبڑا کر حواس میں لوٹیں۔

"ارے... واہ..." انہوں نے زبردستی کی ہنسی میں ان کی بات اڑانی چاہی۔ "تمہیں یاد ہے وہ بچپنے کی بات..."

"اللہ نے بڑی اچھی یادداشت دی ہے بھابی۔ ماضی کی ساری ہی باتیں یاد ہیں الحمدللہ۔" نگاہ غلط انداز ان پر ڈالی۔

"اب تو بہت وقت گزر گیا ثمر! بچے بڑے ہوگئے۔ بچپن کی باتیں تو بچپن کے ساتھ ہی رہ جاتی ہیں۔"

مبین صاحب نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے موضوع کو لپیٹا۔ جانتے تھے کہ طلال کے ساتھ رشتے میں بیٹی کی ضد بھی شامل تھی۔ موحد اول و جھٹکے کے بعد سر جھٹکتا اپنے کھانے میں مگن تھا۔ البتہ لڑکیاں منہ اٹھائے کبھی ایک فریق اور کبھی دوسرے کا منہ دیکھ رہی تھیں۔ کیسا دھماکا ہوا تھا اچانک۔

مگر مہماہ ابھی تک سن کیفیت میں تھی... ساکت وجامد۔

صدیقہ دل ہی دل میں جتنا بھی تلملاتیں وہ کم تھا۔ ماضی میں بھلا اس چھپکلی کی اتنی ہمت کہاں ہوتی تھی کہ آغا جان کے سامنے ذرا سی اونچی آواز میں بات کرتی... کجا یوں طنزیہ گفتگو کرنا...؟ انہوں نے شکایتی نظروں سے آغا جان کی طرف دیکھا۔

اور یہ دیکھ کر ان کا دل دھک سے رہ گیا کہ آغا جان اب اطمینان سے کھانا کھا رہے تھے۔ یعنی ان کا ثمر کو گھرکنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ مہماہ کرسی گھسیٹ کر اٹھی تو ماحول میں ارتعاش سا پیدا ہوا۔

"کہاں...؟ کھانا تو کھالو۔" صدیقہ نے جزبز ہو کر بیٹی کو تنبیہی نظروں سے دیکھا مگر لہجہ نرم ہی رکھا۔

لیکن لہجے کی نرمی والی پابندی مہماہ پر تو نہیں تھی نا...

"کھالیا امی... ضرورت سے زیادہ ہی پیٹ بھر گیا آج تو..." بہت تلخی اور طنز سے کہتی وہ کھٹ کھٹ کرتی یہ جا وہ جا۔

"جب پرانی سب باتوں اور رشتہ داریوں پر دھول پڑ چکی ہے تو اب ہمیں یہاں روک کے کون سا نیا سلسلہ شروع کررہے ہیں آپ لوگ۔" ڈونگا اٹھا کے اپنی پلیٹ میں سالن نکالتی ثمر کا لہجہ بہت تیکھا تھا۔

صدیقہ بھابی کی مانو کرسی پر جیسے کانٹے اگ آئے یوں پہلو بدلتی تھیں۔ کل کی دبی دبائی ثمو آج ایک جوان بیٹے کا مان لیے ہوئے سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بول رہی تھیں۔

"تم جو چاہو گی وہی ہو گا ثمو۔ مگر تم دونوں کہیں نہیں جاؤ گے۔" اچانک آغا جان بولے تو گویا مبین صاحب کی فیملی کے سر پر چھت ہی آن گری تھی۔

ثمو نے بڑی جتاتی ہوئی تیکھی مسکراہٹ صدیقہ بھابی کی طرف اچھالی اور کھانا کھانے لگیں۔

"کیا مطلب ہے آغا جان... کیا ہو گا...؟" صدیقہ بوکھلا کر متوحش سی پوچھنے لگیں۔

"ابھی کھانا کھاؤ سب لوگ خاموشی سے 'مرنے والا نہیں ہوں ابھی میں۔ بعد میں بھی بات ہو سکتی ہے اس موضوع پر۔" آغا جان نے جس طرح جھڑکنے والے انداز میں بات کی اس سے صدیقہ کے دل کو ٹھیس سی لگی۔ کتنی آسانی سے وہ باور کروا دیا کرتے تھے کہ وہ بیٹیوں کی ماں ہیں۔ چچی جان نے آنکھ کے ہلکے سے اشارے سے انہیں چپ رہنے کو کہا تو وہ بدقت خود پر ضبط کرتیں کھانا زہرمار کرنے لگیں۔ شکر بھی ادا کیا کہ مہپارہ اٹھ کے جا چکی تھی۔ سہیل آفندی کا کردار یوں بھی ہر موقع پر غیر جانب دارانہ ہوتا تھا... نہ تین میں نہ تیرہ میں اس کے بعد ثمو

اطمینان سے کھانا کھاتی رہیں۔ صدیقہ کو انتظار ہی رہا کہ اب وہ دوبارہ اپنا دبئی واپسی کا مطالبہ دہرائیں گی۔ مگر یہ انتظار انتظار ہی رہا۔ وہ اندر ہی اندر کھولتی رہیں۔ اور یہ کھولتا لاوا کمرے میں آکر شوہر کے سامنے نکلا۔

"دیکھ لیا... بڑا شوق تھا آپ کو بھائی بھاوج کو واپس لانے کا۔ کیسی ناگن بن کے لوٹی ہے زہر سے بھری۔" وہ خود بھی کسی ناگن ہی کی طرح پھنکار رہی تھیں۔

"اوفوہ... کیا ہو گیا صدیقہ! ایسے ہی ہر سبیل تذکرہ بات کر دی ثمو نے۔ وہ کون سا رشتہ مانگ رہی ہے۔"

مبین صاحب کو آغا جان کے جواب نے اندر سے پریشان تو کر دیا تھا مگر صدیقہ کے سامنے اس بات کا اعتراف کرنے کا مطلب تھا ایک لمبی جنگ اور ان سے جیتنے کی طاقت مبین صاحب میں نہ تھی۔

"وہ گڑے مردے اکھاڑنے آئی ہے یہاں مبین صاحب! جانے دیں اسے دبئی واپس 'یہاں رہی تو بہت سی زندگیاں تباہ کرے گی۔" صدیقہ تملا کر بولیں۔

"ایک تو تم عورتوں کو بڑی بری بیماری ہوتی ہے۔ فوراً" ہی انتہا پر اتر آتی ہو۔ مہپارہ کی منگنی طے ہے اور خود آغا جان نے طے کی ہے وہ ایسا کچھ نہیں کریں گے جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔" مبین صاحب کو آس تھی۔

"ابھی اور دل آزاری کرنی باقی ہے۔ دیکھا نہیں 'کس طرح بولے ہیں میرے ساتھ بچوں کے سامنے۔" ان کا غصہ کسی طور ٹھنڈا نہیں ہو رہا تھا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی تو وہ تھم سی گئیں۔

"آجاؤ..." اونچی آواز میں کہا اور پھر دروازہ کھول کر مہپارہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر انہوں نے زور سے ہاتھ میں پکڑی سفید چادر جھاڑی اور جل کر شوہر سے بولیں۔

"اب جواب دیجیے گا اس کے سوالوں کا۔ جو فضولیات بکی ہیں آپ کی بھاوج نے۔"

"صدیقہ..." مبین صاحب سختی سے بولے۔ دھیما مگر غصیلا لہجہ۔ وہ "ہنہ" والے انداز میں سر جھٹک کر تکیے کا غلاف ٹھیک کرنے لگیں۔

"یہ کیا مسئلہ کھڑا کر رہی ہیں چچی...! مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگا یوں سب کے درمیان مجھے ڈسکس کرنا۔" مہپارہ اندر سے بے چین تھی 'ناراضی سے بولی۔

"چودہ سالوں کے بعد بی بی رانی کو یاد آیا کہ بچپن میں بیٹے کا رشتہ طے ہوا تھا۔ ہنہ..." صدیقہ رہ نہ سکی تھیں۔

تنگ کر رولیں۔
"میں آغا جان سے بات کروں گا مہو۔ تم ٹینشن مت لو۔ وہ ثمو کو بھی سمجھائیں گے۔ ابھی یوں بھی وہ صدمے میں ہے۔"
"صدمے سے بہتر تھا وہ عدت میں ہوتی۔ کم از کم منہ پھاڑ کے جیٹھوں کے سامنے تو نہ بولتی پھرتی۔" صدیقہ تلملائیں۔
"ٹینشن کی مریضہ ہے وہ۔ ڈاکٹر نے کیس ہسٹری دیکھی ہے اس کی 'دوبار کومے میں جا چکی ہے ماضی میں وہ۔ ابھی بھی اس کا علاج چل رہا ہے۔ عدت میں اسی لیے نہیں بیٹھ سکی۔" ہمین صاحب نے انہیں یاد دلایا۔
"بہنہ بہانے سارے۔" انہوں نے متاثر نہ ہونے والے انداز میں سر جھٹکا تھا۔ مہواہ بور ہونے لگی۔ کمال ہے اسے کوئی سیریس ہی نہیں لے رہا تھا جس کا مسئلہ تھا۔
"بہرحال آپ اچھی طرح ان کے کان کھول دیں۔ آئندہ سے میرا نام اپنے اس مغرور اور خود پسند بیٹے کے ساتھ ہرگز نہ لیں۔ ورنہ میں خود ان کو جواب دے دوں گی نیکسٹ ٹائم۔" مہواہ نے قطعیت سے کہا۔
وہ ایسی ہی تھی۔ قطعی اور دو ٹوک۔

"ڈونٹ وری بیٹا جی۔ سب ٹھیک ہو گا۔ وہ تو یونہی تمہاری چچی نے برسبیل تذکرہ بات کر دی۔ ورنہ ان چودہ سالوں میں انہوں نے کون سا کبھی پلٹ کر دیکھا بھی تھا۔" ہمین صاحب نے اسے مطمئن کر دیا۔
وہ اپنے کمرے میں آئی تو ملائکہ یوشع کو سلا چکی تھی۔ سلا دہ سونے کے لیے لیٹ چکی تھی۔
"اف۔" مہواہ نے کیچر اتار کر بالوں میں دونوں ہاتھ چلا کر اے سی کی کولنگ کو محسوس کیا۔
"کیا ہوا۔۔۔؟ کچھ بات بنی؟" ملائکہ نے پوچھا۔ وہ بھی شدید حیرت کی زد میں تھی۔ بھلا ایک اتنی اہم بات ان سب سے کیوں چھپائی گئی تھی۔
"بات کچھ تھی ہی نہیں۔ ابو کہہ رہے تھے بات کریں گے آغا جان سے۔ ایسے ہی کچھ لوگوں کو عادت ہوتی ہے سب کی نظروں میں آنے کی۔" وہ کہنی کے بل اس کے بیڈ پہ یوشع کے پاس لیٹتے ہوئے اطمینان سے بولی۔ پھر نرمی سے سوئے ہوئے گبلو سے بھانجے کا گال چوما اور ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔
"سیاسی بیان سمجھتی ہیں ناں آپ۔۔۔ یہ وہی ہے۔"
ملائکہ نے پرسوچ انداز میں نفی میں سر ہلایا۔
"جب تک معاملہ کلیئر نہیں ہو جاتا تب تک اس معاملے کی سنجیدگی سے نظر نہیں چرائی جا سکتی مہو۔ تمہیں پتا ہے آغا جان نے چچی سے کہا کہ جو وہ چاہیں گی وہی ہو گا۔"
ملائکہ نے اسے وہ بات بتائی جو ابھی تک اس سے چھپا رکھی تھی۔ مہواہ سیدھی ہو بیٹھی۔ بے یقینی سے خود سے چار سال بڑی بہن کو دیکھا۔
"تم اٹھ کے چلی گئی تھیں تب۔۔۔" ملائکہ نے گہری سانس بھری۔
"آپ دیکھنا آپی۔۔۔ ان چچی کا دماغ تو میں سیٹ کروں گی۔ وہ بھی بہت اچھے سے۔"
مہواہ نے دانت پیستے ہوئے ملائکہ سے نہیں خود سے بھی گویا عہد کیا تھا۔

✡ ✡ ✡

ثمو نے چودہ سال پرانا رشتہ یاد کروا کے سائرہ چچی کے بھی گویا کلیجے پر ہاتھ ڈال دیا۔

"دیکھ رہے ہیں صدیقہ بھابی کی قسمت گھر بیٹھے رشتے پہ رشتہ مل رہا ہے بیٹیوں کو۔" وہ شوہر کے سامنے کلس رہی تھیں۔ سارا دن صدیقہ بھابی کی جی حضوری میں گزارنے کے بعد چچی کو سہیل آفندی ہی غنیمت لگتے جن کو سب کچھ سنا کر وہ دل کا بوجھ ہلکا کرلیا کرتیں۔

"بھئی۔ ان کی بیٹیوں کی قسمت۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح غیر جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عینک لگائی اور قصص القرآن اٹھائی۔ چچی جان تلملائیں۔

"آپ ہی کی وجہ سے نا..... ورنہ ایک ہی عمر کی تھیں تزئین اور مہ پارہ۔ آغا جان نے بھی ان ہی کا سوچا۔"

"تب تو تم نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ اتنی چھوٹی عمر میں اس طرح کا کوئی بچکانہ فیصلہ تمہاری بچیوں کے لیے نہیں کیا آغا جان نے۔" سہیل آفندی نے سادگی سے انہیں یاد دلاتے ہوئے مطلوبہ باب نکالا اور تکیے سے ٹیک لگالی۔ چچی جان جز بز ہو کر شوہر کو دیکھنے لگیں۔

"بس..... آپ تو ہر بات کا الزام مجھ پہ ڈال دیا کریں۔ کبھی کوئی فیصلہ اپنی عقل مندی سے بھی کرلیا کریں۔" جل کر بولیں۔

"بھئی' یہ فیصلے کرنے اور بچوں کے بارے میں سوچنے کا ڈیپارٹمنٹ تمہارا ہے۔" انہوں نے لاپروائی سے جان چھڑاتے ہوئے اپنی پوری توجہ کتاب کی طرف کرلی تو چچی جان بڑبڑا کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

وقار نے ماں جی کا دوپٹہ اٹھا کر ان کے سر پر رکھا تو انہوں نے جوان جہان بیٹے کو اپنے ناتواں بازوؤں کی گرفت میں لے لیا اور رونے لگیں۔

بیٹا ان ہی کا تھا۔ ان کا طریقہ کار کامیاب ہو گیا۔ وہ انہیں چھوڑ کے کہیں نہیں جانے والا تھا۔

صدیقہ بھابی نے بڑی حقارت بھری نگاہ اس خوب صورت اور حسین جادوگرنی پر ڈالی جو اس "فیملی" میں واحد پرائی تھی۔

اور زرنگار..... اسے لگا اگلا لمحہ اس کی موت ہے ابھی کے ابھی وقار کے منہ سے کچھ نکلے گا اور وہ آر..... یا پار۔

"کیا کرتی ہیں ماں جی۔ کیوں گناہ گار کرتی ہیں مجھے۔" وہ ان کے سر کو چومتے ہوئے بڑی محبت سے کہہ رہا تھا۔

"تو پھر کیوں شادی کی مجھے بتائے بنا..... اس مرگئی تھی کیا۔"

وہ اس کے گرد اپنی جذباتیت بھری محبت کا گھیرا تنگ کردینا چاہتی تھیں۔ وہ شرمندہ ہو..... اسے اپنی غلطی کا اس شدت سے احساس ہو کہ وہ کھڑے کھڑے اس بے گانی عورت کو طلاق دے کر فارغ کرے اور پھر سے پہلے والا وقار آفندی بن جائے "آفندی ہاؤس کا لاڈلا اور چلبلا وقار آفندی۔ جس کے دم سے یہاں کی ساری رونقیں تھیں۔

"اللہ نہ کرے ماں جی..... کیسی باتیں کرتی ہیں۔" وقار نے انہیں اپنے مضبوط بازوؤں میں بھینچ لیا۔

زرنگار کی سانسیں رکنے لگیں۔ قدموں سے جان آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔ وقار آفندی اور وہ سب ایک مکمل تصویر تھے..... اور وہ..... ؟؟؟

اس کا فیصلہ ہونے میں پل بھر ہی باقی تھا یا شاید فیصلہ ہو چکا تھا۔ صرف سنانا باقی تھا۔

وہ ساکت کھڑی مجسمہ لگتی تھی..... بے چارگی کی تصویر۔

"تو اس عورت سے کہہ۔ اپنے گھر چلی جائے۔ اسے دیکھ کے میرا دل بہت دکھا ہے۔" ماں جی نے پیچھے سے زرنگار کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وقار نے نرمی سے انہیں الگ کرتے ہوئے تسلی دی۔

"چلی جائے گی ماں جی..... آپ فکر مت کریں۔" آغا جان ہنکارا بھرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اندر سے بیوی کے

معترف بھی ہوئے' یہ ماؤں کو بھی نا۔۔۔ بڑے طریقے آتے ہیں بچوں کو بہلانے اور ان سے اپنی بات منوانے کے۔

"بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے وقار۔۔۔! سر جھکا دیا ہے تم نے میرا۔ نجانے کس کس کو پتا چل چکا ہوگا' وہ تو میرے آگے کسی کو بولنے کی ہمت نہیں' اس لیے جتایا نہیں کسی نے۔" بڑے دبنگ لب و لہجے میں وہ اسے جتا رہے تھے۔

"جس طرح تم نے اپنا پیسہ اور ذہن اس لڑکی کے لیے لٹائے ہیں اس سے اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے مجھے کہ اس کا تعلق کہاں سے ہے۔"

زرنگار وہیں کھڑے کھڑے مرنے لگی۔ اسے خود پر حیرت بھی ہوئی' چار دن عزت کی زندگی کیا جی تھی۔۔۔ ایک طوائف کی بیٹی کے دل کو بے عزتی کے چند حروف سے ٹھیس پہنچنے لگی؟؟؟

"جی بابا جان۔۔۔" وقار آفندی نے گہری سانس اندر کھینچی اور شکستگی سے کہا۔ زرنگار کے حلق میں کانٹے سے اگنے لگے۔ گھر سے وہ کیا کیا وعدے نہیں کر کے لایا تھا۔

(تو اس کی ترجیحات والا پلڑا وزنی نکلا؟)

وقار پلٹ کر زرنگار کے پاس آیا۔

"بہت بڑی غلطی ہو گئی مجھ سے۔" اس نے زرنگار کے حسین مگر سفید پڑتے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے عجیب سے انداز میں کہا تو زرنگار کا دل چاہا دھاڑیں مار کے رونا شروع کر دے۔ مگر دفعتاً اس کا ہاتھ وقار کے مضبوط ہاتھ کی ملائم سی گرفت میں آ گیا۔ زرنگار نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ آغا جان کی طرف متوجہ تھا بڑے آرام سے بولا۔

"مگر اب تو ہو گئی نا۔۔۔ اب کیا کریں؟"

ماحول ایک دم سے رنگ بدل گیا۔ فاران آفندی نے کب کی روکی سانس بے اختیار خارج کی اور زرنگار پھر سے جی اٹھی۔

"وقار۔۔۔" آغا جان گرجے' اپنی دھمکی کا اثر ختم ہوتا دیکھ ماں جی آگے بڑھیں۔

"وقار پتر۔۔۔ نہ مذاق کر بوڑھے ماں باپ کے ساتھ۔"

"ماں جی۔۔۔ مذاق تو آپ لوگ بنا رہے ہیں۔ میرے فیصلے کا۔ میں اپنی بیوی اور اس گھر کی بہو کو اس گھر میں لایا ہوں تو یقیناً' کوئی قول دیا ہوگا اسے اور آپ لوگ کیا سلوک کر رہے ہیں اس کے ساتھ۔"

وہ ناراضی سے کہہ رہا تھا اور اس کا ہاتھ تھامے زرنگار تو جیسے سبک سی ہو کر ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔

"بکواس مت کرو وقار! ابھی فارغ کرو اسے۔ چلتا کرو اس سے پہلے کہ یہ تمہیں چلتا کر دے۔" آغا جان تنفر اور حقارت سے بولے۔

"بابا جان پلیز۔ بیوی ہے میری' آپ اپنی بہو سمجھ کر عزت نہ کریں۔ مگر میں اپنی بیوی کی بے عزتی نہیں کرنے دوں گا کسی کو۔"

وہ اس قدر قطعی انداز میں بولا کہ غم و غصے سے بھرے آغا ذوالفقار آفندی کا ہاتھ اس پر اٹھتے اٹھتے رہ گیا۔ فاران آفندی بہت پھرتی سے ان کے بیچ آئے تھے۔

"آغا جان پلیز۔۔۔ موقع کی نزاکت کو سمجھ کے فیصلہ کریں۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ خوش اسلوبی سے بھی نمٹ سکتا ہے یہ معاملہ۔"

"چاہے خوش اسلوبی سے ہو یا بدتہذیبی سے۔۔۔ مگر اس گھر کو وقار آفندی اس عورت کے ساتھ قبول نہیں ہے'"

ہمارے ہاں وارث خاندانی عورتوں سے پیدا ہوتے ہیں فاران۔" آغا جان گرجے تھے۔
"یہ میری بیوی ہے بابا جان اور وہیں رہے گی جہاں میں رہوں گا۔" وقار کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی۔
"اس غیر عورت کی خاطر ہاں کو چھوڑ دے گا وقار۔" ماں جی رونے لگیں۔ تو وقار نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا۔
"میں نہیں ماں جی۔ اس غیر عورت کی وجہ سے آج آپ لوگ مجھے چھوڑ دیں گے۔" وہ دکھ سے بولا۔
"اس گھر میں دوبارہ قدم تب رکھنا وقار! جب اس "موذی مرض" سے پیچھا چھڑا لو۔"
آغا جان نے فیصلے پر گویا مہر ثبت کردی تھی۔
"آغا جان۔۔۔ اس نے ایک غلط فیصلہ کیا ہے' آپ تو نہ کریں۔" فاران کو پریشانی نے گھیر لیا۔
گھر منتوں سے بنتا تو نہیں کرتے مگر ٹوٹ ضرور جایا کرتے ہیں اور یہ بات فاران اچھی طرح جانتے تھے۔
"بکواس مت کرو اور جانے دو اسے ؟ اگر اسے شوق ہے اس عورت کے ساتھ رہنے کا۔ دیکھتا ہوں غریبی میں کتنا ساتھ دیتی ہے اس کا۔ جس نے لاکھوں کا بینک اکاؤنٹ اڑا دیا۔ پلاٹ بکوا دیا۔ وہ اس سے بھی بھیک منگوائے گی۔"
آغا جان تو گویا نفرت کا طوفان بنے ہوئے تھے اور ادھر وقار آفندی بھی ان ہی کا خون تھا۔ تپنے پہ آتا تو ان سے بھی دو ہاتھ آگے نکل جاتا۔
اور پھر لاکھ ماں جی نے منتیں ترلے کیے فاران پیچھے بھاگے مگر وہ زرنگار کا ہاتھ تھامے ہمیشہ کے لیے "آفندی ہاؤس" سے نکل گیا۔ جہاں واپسی کی قیمت زرنگار کی جدائی تھی۔
اور یہ قیمت وقار آفندی کی زندگی کے اکاؤنٹ میں موجود نہیں تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ گھر آکے اس سے لپٹ کے کتنی ہی دیر روتی رہی گرزتی کپکپاتی' خوف زدہ۔
"اب بس کرو زری۔۔۔ بے وقوفوں کی طرح روئے جا رہی ہو۔" وقار نے تنگ آکر اسے ڈپٹا تو آنسو پونچھتی زرنگار کی ہنسی نکل گئی۔
"اچھا۔۔۔ عقل مند کسی اور طرح سے روتے ہیں کیا؟" اور روتے میں ہنس دینے کا منظر دھوپ میں اچانک چھاؤں آجانے کے احساس کا سا تھا۔ وقار آفندی مسحور ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ رونے سے بھیگا ہوا چہرہ۔۔۔ نم سرخ مرطوب ہونٹ اور ہموار دانتوں کی قطار۔
اس نے ہاتھ کھینچ کر زرنگار کو خود سے قریب کیا۔
"اب کیوں رو رہی ہو؟"
اس نے اب پر زور دیتے ہوئے باری باری اس کی رونے سے تپتی آنکھوں پہ لب رکھے۔
"یونہی۔۔۔ خیال آرہا ہے اگر تم مجھے چھوڑ دیتے تو۔۔۔" اس کی آواز میں پھر سے نمی اتر آئی' معصومیت سے بولی تو وقار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔
"ایسی کی تیسی کرکے رکھ دی ہے تم نے وقار آفندی کی۔ تمہیں تو اب تب ہی چھوڑے گا جب اس دنیا کو۔۔۔"
"ہش۔۔۔" اس کی ادھوری بات ہی سے لرز کر زرنگار نے نرم ہتھیلی اس کے ہونٹوں پر جما دی۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دانت پیس کر بولی۔
"آئی ہیٹ یو وقار آفندی۔۔۔"
"لو۔۔۔ آئی ہیٹ یو ٹو زرنگار آفندی۔"

وہ اس کے کلن میں گنگنایا تو زرنگار اس کی بانہوں میں سمٹی مسکرادی۔ انہوں نے محبت کے لیے "دنیا" ٹھکرا دی تھی اور اپنی نئی دنیا بسانے جارہے تھے۔ مگر ٹھکرائے جانے والی دنیا بہت ظالمانہ انداز میں بدلہ لیا کرتی ہے۔
بدنصیبی ان کی تاک میں تھی۔

✿ ✿ ✿

صدیقہ بھابی کے خدشات بے بنیاد نہیں تھے۔ اگلے روز جب لڑکیاں اپنے تعلیمی مراکز میں جاچکیں تب آغا جان نے صدیقہ بھابی اور مبین صاحب کو اسٹڈی میں بلایا۔
"صاف لفظوں میں کہہ دیجئے گا مبین صاحب! مہاوہ کی شادی طلال سے ہی ہوگی۔ ثمو میری بیٹی کا خیال اپنے دل سے نکال دے۔" راستے میں وہ شوہر کو "پکا" کرتی آئی تھیں۔ اسٹڈی میں داخل ہوتے ہی وہ دونوں میاں بیوی ٹھٹکے۔ ثمو بھی وہاں پہلے سے موجود تھیں۔
"بیٹھو۔" آغا جان نے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ صدیقہ بھابی کے دل کو تو مانو پتنگے لگ گئے تھے۔ ایک کڑی نگاہ ثمو پر ڈالتے ہوئے وہ بیٹھی تھیں۔ مگر بڑی غیر آرام دہ کیفیت میں تھیں۔ ان کے برعکس ثمو بہت پرسکون تھیں۔ بس ان کی آنکھوں سے ایک عجیب سی بے چینی اور ناسمجھ میں آنے والی کیفیت جھلکتی رہتی تھی۔ جس سے بہت سرد مہری اور بیگانے پن کا تاثر ملتا تھا۔
"میں نے تم دونوں کو اس لیے اکٹھے بلایا ہے کہ باہمی سوچ بچار کے بعد کوئی فیصلہ کیا جاسکے۔" کھنکھارتے ہوئے آغا جان نے بات شروع کی تھی۔
"کیسا فیصلہ آغا جان....؟" مبین صاحب نے بے ساختہ پوچھا۔ اندر سے بے چینی تو انہیں بھی تھی۔
"بچوں کی شادی کا مبین...." آغا جان اتنے سکون سے بولے کہ تائی جان کا دل جیسے ڈوب سا گیا۔ فوراً "شوہر کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہی ہوں...." دیکھا...."
"جی آغا جان.... بس مہاوہ کی منگنی نمٹ جائے اس کے بعد باقی بچوں کی بھی بسم اللہ کریں۔" مبین صاحب کا انداز بہت محتاط سا تھا۔ تائی جان کو شوہر کی پہلے سے پیش بندی کرنے والی بات پسند آئی۔
"ہوں....." آغا جان کھنکھارے۔
"لیکن میں چاہ رہا تھا صدیقہ اور مبین! کہ اب ثمو آگئی ہے۔ تم تینوں مل کے بچوں کے مستقبل کا فیصلہ کرو۔" آغا جان سنجیدہ تھے۔
"آغا جان آپ کا حکم سر آنکھوں پر.... لیکن مہاوہ کی بات تو طے ہوچکی۔ صرف منگنی کی تاریخ باقی ہے۔" مبین صاحب ادب سے بولے۔
"غیروں کی خاطر اپنوں کے دل نہیں توڑا کرتے مبین۔" آغا جان نے یوں کہا جیسے کوئی بہت عام سی بات ہو۔
صدیقہ نے ثمو کو کچا چبانے والے انداز میں گھورا۔ وہ مستقل ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے بیٹھی اپنے ہاتھوں میں تھامی خوب صورت سی کی چین سے کھیل رہی تھیں جیسے اس ماحول میں صرف مزا لینے کی خاطر بیٹھی ہوئی ہوں۔
"مگر ہم بچوں کا بھی دل نہیں توڑ سکتے آغا جان....! اگر آپ موحد کے لیے کہہ رہے ہیں تو تزئین سے بھی اس کا رشتہ طے کیا جاسکتا ہے۔"
صدیقہ نے پہلو بدلتے ہوئے بظاہر ادب سے کہا، ورنہ اندر سے ان کا دل تو چاہ رہا تھا کہ خوب ٹکا کے جواب دیں۔ وہ بھی ڈائریکٹ ثمو کو۔ مگر یہ آغا جان کا رعب و دبدبہ ہی تھا جو ان جیسی منہ پھٹ عورت کو بھی زبان بندی پر

مجبور کر دیتا تھا۔
"ہوں..." چند لمحے چپ رہنے کے بعد آغا جان نے ہنکارا بھرا اور ثمو کی طرف متوجہ ہوئے۔
"تم کیا کہتی ہو ثمو...؟"
اور ثمو نے یوں چونکنے کی اداکاری کی جیسے انہیں علم ہی نہ ہو کہ وہاں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔
"جی۔ مجھ سے کچھ کہا آپ نے؟"
صدیقہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئیں۔
"گھر میں اور بھی بچیاں ہیں ثمو! اگر تم کوئی فیصلہ کر لو تو مہاہ کی منگنی والے روز موحد کی منگنی بھی رکھ لیں گے۔"
آغا جان کی نرمی ثمو کے لیے بے مثال تھی۔ ان کی بات سن کر ثمو نے عجیب سی مسکراہٹ تائی جان کی طرف اچھالی اور ان ہی پر نگاہیں جمائے ہوئے مخاطب آغا جان سے ہوئیں۔
"ابھی تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی آغا جان! یہ فیصلہ موحد خود کرے گا اور پھر آپ خواہ مخواہ کسی کو ہمارے لیے باؤنڈ نہ کریں۔ موحد اس گھر کا واحد جانشین ہے۔ آپ کا وارث ہے۔ اسے بھلا رشتوں کی کیا کمی ہو گی۔ جہاں وہ چاہے گا وہیں کر دیں گے۔"
تائی جان کی کرسی پر تو جیسے کیلیں اگ آئیں۔ چہرے سے آگ کی لپٹیں نکلیں۔
کتنے آرام سے وہ بیٹے کی ماں ہونے کا تفاخر جتا رہی تھی۔ آغا جان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"یہ تو ٹھیک کہا تم نے۔ میرا پوتا۔ میرا وارث۔" وہ بھی تفاخر سے بولے تو تائی جان جھنجلا کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔
"میں پھر کل فون کر کے طلال کی ماما سے منگنی کی تاریخ طے کر لوں گی آغا جان۔ کیونکہ اس کے بعد ان کی فیملی میں ایک دو شادی کے فنکشنز آ رہے ہیں۔ پھر مزید لیٹ ہو گی منگنی۔"
انہوں نے اکھڑے اکھڑے انداز میں بتا نہیں اجازت مانگی یا انہیں مطلع کیا۔ بہرحال آغا جان نے محض اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ وہ دونوں میاں بیوی خاموشی سے باہر نکل گئے۔
گہری سانس بھرتی ثمو بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پھر گویا تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولیں۔
"بھائی کا موڈ کبھی بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اب اللہ کی مرضی کہ اس نے آپ کو بیٹا نہیں دیا۔ مگر حد ہوتی ہے جلسی کی بھی۔ صبح ہی موحد کا صدقہ دوں گی۔"
"میں خود کالا بکرا منگواؤں گا ثمو۔ تم بے فکر رہو۔" آغا جان نے انہیں تسلی دی ان کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ بھی ان کی بات سے متفق ہیں۔
وہ ان سے جانے کی اجازت لے کر باہر جاتے جاتے مڑیں۔
"میں سوچ رہی تھی کہ موحد اب فیکٹری جایا کرے۔ فاران کا آفس تو تھا نا وہاں...؟"
وہ بڑے جتانے والے انداز میں پوچھ رہی تھیں۔
آغا جان کے سینے میں ٹیس سی اٹھی۔ انہوں نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔
ثمو کے دل کی کیفیت بدلی، تو وہ فوراً باہر نکل گئیں۔
"ہنہ... یہ انوکھا پیار ہے۔ چودہ سال کا بن باس دے دیا بیٹے کو اور اس کا آفس ختم نہیں کیا۔"

☼ ☼ ☼

ثمو کے والدین چند سال ہوئے وفات پا چکے تھے۔ ان کا ایک ہی بھائی جو شارجہ میں ہی مقیم تھا۔ ثمو کی بہت بڑی سپورٹ تھا۔

"ثریا آئی ہے پاکستان اور ابھی تک مجھ سے ملنے نہیں آئی۔" انہوں نے شکوہ کیا تو روحیل ہنس دیے۔
"اس کے اپنے ہی مسئلے مسائل ہوئے تھے۔ ہاسٹل میں رہنے کی ضد کر رہی تھی۔ بس اسی ایڈجسٹمنٹ میں بزی تھی۔"
"تو میرے پاس آ کے رہتی۔ پھپو کا گھر ہے اس کی۔" ثمو نے خفگی سے کہا۔ موحد کمرے میں داخل ہوا تو انہوں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔
"وہ تو ٹھیک ہے ثمو۔ مگر تمہارے اپنے مسائل ہیں۔ ابھی تم خود تو ٹھیک سے ایڈجسٹ ہو جاؤ۔ پھر اسے کہوں گا تمہارے پاس آجائے گی۔ موحد سے تو ویسے بھی بہت دوستی ہے اس کی۔" وہ بشاشت سے کہہ رہے تھے۔ ثمو نے ادھر ادھر کی چند ایک باتوں کے بعد فون بند کر دیا۔
موحد بے چینی سے ان کی گفتگو ختم ہونے کے انتظار میں تھا۔ چھوٹتے ہی پوچھنے لگا۔
"یہ کیا شوشا چھوڑا ہے آپ نے ماما! وہ منہ پھٹ لڑکی اور موحد آفندی؟" اس نے بے یقینی سے اپنے سینے پر انگوٹھا رکھا تھا۔
"میں تو یونہی ان لوگوں کے مکرو فریب یاد دلا رہی تھی ان لوگوں کو۔ ورنہ مجھے کوئی شوق نہیں تمہیں اس بیگار میں پھنسانے کا۔" ثمو نے اس کے بالوں کو پیار سے سنوارتے ہوئے توجیہہ پیش کی۔
"مہواہ سے رشتہ جوڑنے کا مطلب ہے صدیقہ بھابی سے پھر سے رشتہ جوڑنا جو کہ میں بالکل بھی نہیں چاہتی۔"

"آپ نے اس روز کی تقریر نہیں سنی محترمہ مہواہ آفندی کی کہ اس دنیا کا آخری بندہ بھی ہوا موحد آفندی تو اسے قبول نہیں ہو گا۔" موحد کو یاد آیا۔
ثمو کے چہرے پر تکلیف کے آثار ابھرے۔
"وہ صدیقہ بھابی کی بیٹی ہے۔ ان ہی کی طرح دلوں کو توڑنے اور زبان کے خنجر چلانے میں ماہر ہو گی نا۔"
"پھر آپ نے آئندہ کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ میرا مستقبل کیا ہو گا۔ اتنی اچھی جاب چھوڑ کے آیا ہوں میں۔" موحد نے سر جھٹکا۔ دو دفعہ مہواہ آفندی سے مڈبھیڑ ہو چکی تھی۔ اور دونوں بار اسی نے اپنی زبان کے جوہر دکھائے تھے۔
ثمو کے لبوں پر طمانیت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔
"کل سے فیکٹری جاؤ گے تم۔ تایا جان اور چچا جان کے ساتھ اور فاران کے آفس میں بیٹھو گے۔"
موحد کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔
"بعض اوقات ایک لمبے عرصے تک زندگی انسان سے خراج وصول کرتی ہے اور جب صلہ ملنے کی باری آتی ہے تب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔" اس کی بات سن کر ثمو زور دے کر بولیں۔
"اب یہ خراج تم وصول کرو گے موحد! اور صلہ بھی تم ہی نے لینا ہے۔ وہ سب جو ہمارا ہے اور ان لوگوں کے پاس ہے۔"
موحد نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ ثمو نے اثبات میں سر ہلایا۔
"اس گھر میں سب سے اہم حیثیت تمہاری ہے۔ آغا جان کی نسل کے امین اور اس جائیداد کے وارث ہو تم اور تم یہاں اسی احساس کے ساتھ رہو موحد۔ کسی سے ڈرنے یا جھکنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔"
موحد نے سینے پہ ہاتھ رکھ کے شرارت سے سر جھکایا تو وہ بھی ہنس دیں۔

☆ ☆ ☆

وہ مبین صاحب کے ساتھ فیکٹری پہنچا۔ لیدر گارمنٹس کی یہ شہر کی سب سے بڑی فیکٹری تھی۔

"اب تو کئی برسوں سے ہم بیرون ممالک مال ایکسپورٹ کر رہے ہیں۔" انہوں نے موحد کو فیکٹری کے معائنے کے دوران بتایا۔ تمام اسٹاف اور ورکرز سے موحد کا تعارف کرایا گیا۔ پھر وہ اسے لیے اس کے لیے مختص آفس کی طرف بڑھے۔

"یہ آفس وقار کا تھا۔۔۔ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ موحد کو بتایا۔ تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا تو وہ مزید بولے۔

"جب وقار یہاں سے گیا تب فاران اس کے آفس میں آگیا۔ وہ بہت مس کرتا تھا وقار کو۔"

انہوں نے دروازہ دھکیلا اور اسے ساتھ اندر لے آئے۔ شاندار وال پینٹنگز، عمدہ فرنیچر اور دبیز کارپٹ۔

"اس کے بعد جب فاران بھی چلا گیا تو بھی یہ آفس بند نہیں کیا گیا روزانہ اس کی صفائی ہوتی ہے اور دو چار سال بعد فرنیچر تبدیل ہوتا ہے۔" وہ مسلسل اسے بتا رہے تھے۔

موحد پھھ عجیب تکلیف دہ اور بے چین سے احساسات کے زیر اثر ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔ تایا جان نجانے کیا کیا تفصیلات بتا رہے تھے۔

"میں مکرم کو بھیجتا ہوں ابھی ٹھہر کے۔ وہ تمہیں چیدہ چیدہ معاملات سمجھا دے گا۔ باقی اب روزانہ آؤ گے تو دلچسپی بھی پیدا ہوگی اور سمجھ میں بھی آجائے گا۔" وہ مسکرا کر بولے پھر اس کا شانہ تھپک کر اسے وسیع میز کے پار رکھی ریوالونگ چیئر کی طرف اشارہ کیا۔

وہ جیسے کسی خواب کی سی کیفیت میں چلتا اس کرسی تک آیا۔

"بس یہ کرسی کبھی نہیں بدلی گئی اور یہ میز۔۔۔ یہ وقار کی پسندیدہ چیزیں تھیں۔ اور فاران نے اسے گفٹ کی تھیں۔" وہ میز کی سطح پر دونوں ہتھیلیاں جمائے کھڑے تھے۔ موحد اس کرسی پر بیٹھ گیا۔

مبین صاحب کی آنکھوں میں خفیف سی نمی اتر آئی۔

"آج اس کرسی کو اس کا صحیح حق وار مل گیا ہے۔" مگر وہ ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔ وہ میز پر پڑی فاران اور وقار آفندی کی فریم شدہ تصویر اٹھا کے دیکھ رہا تھا۔

اور آج بڑے عرصے کے بعد وہ شدید جذباتیت کا شکار ہونے لگا۔ وہ تو صد شکر تایا جان اسے مستقبل کی دعاؤں سے نوازتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ ورنہ شاید اس کے تاثرات سے وہ آنے والے وقت کا تھوڑا سا اندازہ لگا ہی لیتے۔

☆ ☆ ☆

اس نے کرسی گھسیٹی، دھپ سے اپنا بیگ ٹیبل پر پھینکا اور کرسی میں دھنس گئی۔

سن گلاسز اور کی چین ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے سومیہ کو گھور کر دیکھا۔

"اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" وہ تبصرہ کرتے ہوئے اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ سومیہ نے کھا جانے والے انداز میں اسے دیکھا۔

"شرم آنی چاہیے تمہیں نمیر آفندی۔ کسی خوب صورت لڑکی سے منتیں کروا کروا کے لنچ کے لیے راضی ہو جانا کوئی کارنامہ ہرگز نہیں ہے۔"

"خوب صورت۔۔۔؟" اپنی آنکھوں کو خفیف سی جنبش دے کر اس نے ریسٹورنٹ میں ادھر ادھر گویا کسی خوب صورت لڑکی کو ڈھونڈا۔

"اف۔۔۔" سومیہ کا جی چاہا اسے کچا چبا جائے۔
"تمہیں میں نظر نہیں آرہی؟"
"آرہی ہو۔۔۔ مگر تم نے تو "خوب صورت" کہا تا۔" وہ سادگی سے بولا سومیہ نے ٹیبل پر پڑا کانٹا اٹھا کر اس پر تان لیا۔
"واجب القتل ہوتے ہیں ایسے بندے، جو لڑکیوں کا دل توڑتے ہیں۔"
"او کے۔ او کے۔۔۔" نمیر نے ہنستے ہوئے دونوں ہاتھ ہار ماننے والے انداز میں اٹھا دیے۔
"تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔ خوب صورت لڑکی۔" سومیہ کے دلکش نقوش میں سرخی دوڑ گئی۔ مصنوعی غصے سے اسے گھور کر بولی۔
"ہاں۔ خود سے تو کبھی نہیں مانو گے۔"
"آرڈر کرو لنچ کا۔ پھر مجھے ایک میٹنگ میں بھی جانا ہے۔" نمیر نے جلدی مچائی۔ ویٹر کو اشارے سے بلایا تو سومیہ جلدی سے مینو کارڈ اٹھا کر ڈشز دیکھنے لگی۔
"اب بتاؤ جلدی سے۔ زندگی کیسی گزر رہی ہے؟"
کہنی میز کی سطح پر ٹکائے ہتھیلی پر چہرہ جماتے ہوئے وہ چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"زندگی کا تو کام ہی ہے گزرنا سو گزر رہی ہے۔"
کرسی سے ٹیک لگا کر ٹانگیں پھیلاتے ہوئے آرام دہ حالت میں بیم دراز۔۔۔ وہ ایسا ہی تھا۔ اوپر سے ٹھنڈا میٹھا چشمہ دکھائی دیتا اور اندر کھولتا ہوا لاوا۔

ہر اک دن اداس دن، تمام شب اداسیاں
کسی سے کیا بچھڑ گئے کہ جیسے کچھ بچا نہیں

وہ افسردہ سے انداز میں کہہ کر چپ ہو گیا تو سومیہ کو غلجان ہونے لگا۔
"خدا کے لیے نمیر! اتنے ڈراؤنے شعر مت سنایا کرو مجھے۔ زندگی بہت حسین ہے۔ اسے اس کی خوب صورتی کے ساتھ محسوس کرو۔" سومیہ یوں بولی جیسے محض ہاتھ جوڑنے کی کسر رہ گئی ہو۔ اس میں بچپنا تھا۔ کیونکہ اس نے زندگی کے تلخ حقائق کو ابھی تک نہیں چکھا تھا۔
"جن کو زندگی نے ہمیشہ ٹھوکروں پر رکھا ہو انہیں یہ زندگی کیسے خوب صورت لگے سومیہ ڈیر۔" گہری سانس بھرتے ہوئے گویا اندر کی کثافت کو کم کیا۔
"اگر بندے کی نظر ٹھیک ہو اور وہ اپنے آس پاس خوب صورت چیزوں کو آبزرو کرے تو زندگی واقعی حسین لگتی ہے۔" سومیہ نے جتانے والے انداز میں کہا تو نمیر نے ادھر ادھر تانک جھانک کر کے کارنر والی ٹیبل پر بیٹھی ایک آنٹی نما میک اپ زدہ عورت دریافت کر ہی لی۔
"واقعی۔۔۔ وہ دیکھو ذرا۔ کافی خوب صورت ہیں آنٹی۔ انہیں دیکھ کے تو واقعی زندگی حسین لگتی ہے۔"
"ہاں۔۔۔" سومیہ نے مایوس ہو کر کرسی سے پشت ٹکائی اور بازو سینے پر لپیٹ کر حسرت سے بولی۔
"کاش! تمہاری نزدیک کی نظر بھی اتنی ہی اچھی ہوتی۔" ویٹر کھانا سرو کرنے لگا تھا۔
"یہ تمہارے روز روز کے آرڈرز نہیں مانا کروں گا میں۔ آج ملاقات ہو گئی اینڈ دیٹس آل۔ مجھے ڈسٹرب مت کیا کرو۔" کھانے کے دوران وہ قطعی انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔ سومیہ نے چکن کے پیس میں کانٹا پھنساتے ہوئے دانت نکوسے۔
"اف۔ یعنی میں تمہیں "ڈسٹرب" کرنے لگی ہوں؟" بڑے انداز سے پلکیں بھی جھپکائیں۔ ہونٹوں کا پاؤچ

بھی بنایا۔ نمیر ضبط کرتے ہوئے بھی ہنس دیا۔
"بالکل ڈک (بطخ) لگ رہی ہو۔ ڈفر۔" وہ برا سا منہ بنا کر کھانا کھانے لگی پھر اسے جتایا۔
"میں تمہیں کبھی بھی ڈسٹرب کر سکتی ہوں نمیر آفندی۔ کیونکہ ہم دونوں بہت اچھے دوست ہیں۔"
"بالکل۔ لیکن میرے راستے اور منزل الگ ہے سومی۔ یہ بات مجھ سے ملتے ہوئے یاد رکھا کرو۔" نمیر نے فی الفور جواب دیا۔ بلکہ وارننگ۔
وہ مارے دکھ کے ہاتھ روک کے اسے دیکھنے لگی۔
"کتنے بدتمیز لگتے ہو اس طرح میرا دل توڑتے ہوئے۔" افسوس سے کہہ کر وہ پھر سے کھانا کھانے لگی۔ اسے بھوک بہت لگتی تھی۔ اب دکھ کی باتیں اپنی جگہ اور کھانا اپنی جگہ۔
"میرے دل پہ قفل پڑا ہے سومیہ! جس پر سارے اسم بے کار ہیں تم اپنی توانائیاں غلط جگہ پر ضائع مت کرو۔" وہ سنجیدہ تھا۔ بے حد سنجیدہ۔
"تو کیوں گھٹ رہے ہو اندر ہی اندر۔ جاؤ اور اپنے دادا کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور بتاؤ کہ تم بھی ان کے وارث ہو۔ نمیر آفندی سن آف وقار آفندی۔ مجھے ایک سائیڈ پہ رہنے دو میرے جذبوں سمیت۔ جب ان سے نمٹ کے آجاؤ گے تو میں تمہیں محو انتظار ملوں گی۔"
وہ ایسی ہی تھی۔ ہر بات کو اتنا ہلکا لیتی تھی کہ مخالف بھی اس کی طمانیت کی داد دیے بنا نہیں رہتا تھا۔ لمحہ بھر کو نمیر بھی چپ رہ گیا۔ پھر نگاہ میں خفگی بھر کے اسے دیکھنے لگا۔
چند لمحے وہ یونہی مگن سی کھانا کھاتی رہی پھر چونکنے کی اداکاری کرتے ہوئے نمیر کو دیکھا۔
"ارے۔ تم بھی بتا سا تاکہ آج میں کچھ زیادہ ہی پیاری لگ رہی ہوں مگر کھانا تو کھا لو۔ مجھے بعد میں دیکھ لینا۔"
"بہت ڈھیٹ ہو تم سومی۔" وہ تھک کر کھانا کھانے لگا۔

کسی سے کوئی ناتا ہم کبھی جوڑا نہیں کرتے
ملا لیں ہاتھ تو پھر عمر بھر چھوڑا نہیں کرتے
ہمیں معلوم ہے کہ جیت بالآخر ہماری ہے
سو ہم وقتی شکستوں پہ دل تھوڑا نہیں کرتے

وہ بڑے انداز سے بولی تھی۔
نمیر آفندی اس کی حالت پر جیسے تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

ایف اے کر کے فیکٹری سنبھالنے والا وقار آفندی جب نوکری کی تلاش میں نکلا تو صحیح معنوں میں چکرا گیا۔ نہ ہاتھ میں کوئی ہنر نہ کوئی شان دار ڈگریاں۔ نوکری ملتی بھی تو کس بنیاد پر۔ فیکٹری میں تو آغا جان نے داخلہ بند کروا دیا تھا۔
"فکر مت کرو وقار! میں خرچا بھیجا کروں گا۔" قاران کا اس سے مسلسل رابطہ تھا۔
"اپنے پاس ہی رکھیں وہ اپنی کمائی۔ ایک دھیلے کا بھی روادار نہیں ہوں میں۔" ہٹیلا اور ضدی تو وہ بھی بہت تھا۔ زرنگار نے سمجھایا۔
"تمہارا حق ہے وقار۔"
"آفندی ہاؤس کی کسی بھی چیز پر میرا کوئی حق نہیں رہا زری۔ وہاں سے نکالا گیا ہوں میں خالی ہاتھ۔ کسی نے زبانی

کلامی وعا تک ہونے کر نہیں بھیجا۔" اس کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی۔
"زندگی بہت مشکل ہو جائے گی وقار۔" وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ وقار نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔
"پیسے کے بغیر۔ ؟اور میرے ساتھ؟" بڑے سلگتے ہوئے انداز میں پوچھا تو وہ نرمی سے مسکرادی۔
"تمہارے لیے ہی کہہ رہی ہوں وقار! میری تو زندگی ہی تم بن گئے ہو۔ میں تو اس طوفان میں اپنی ساری کشتیاں جلا کے اتری ہوں۔ واپسی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
"بس۔ تم اپنی ان ہی پیاری پیاری باتوں سے میرا حوصلہ بڑھاتی رہو۔ پھر دیکھنا' سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔
مگر زرنگار نے اس سے زیادہ زندگی کی تلخیوں کو چکھا تھا۔ زندگی کی ہر ٹھوکر ایک سبق سکھایا کرتی ہے۔ اور زرنگار کے پاس تو ان اسباق کی ایک پوری کتاب تھی۔
مگر فی الوقت وہ وقار آفندی کی آنکھوں میں اترے خوابوں کو برباد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سو اثبات میں سر ہلا دیا۔
اور اگلے کئی دن محض بھاگم دوڑ تھی اور نوکری کی تلاش۔ ناکامی... ناکامی... فقط ناکامی۔

✡ ✡ ✡

بازار میں زرگل بائی نے بیٹی کو دیکھ لیا تو آب دیدہ سی گلے لگ گئی۔ بیٹی کا حلیہ ہی اس کے حالات کی داستان سنا رہا تھا۔ سو واپسی پر اس کے ساتھ ہی آگئی.... زرگل بائی۔

طوائف مردوں کے لیے طوائف ہوتی ہے۔ اپنی اولاد کے لیے وہ ایک ماں ہوتی ہے۔ زرگل بائی نے چاہے زرنگار کو بھی کمائی کا ذریعہ ہی سمجھا ہو۔ مگر اس کے لیے وہ فقط ایک ماں کی صورت تھی۔ طوائفیں اپنی بیٹیوں کو بھی طوائف ہی بنایا کرتی ہیں۔ ان کے پاس اور کوئی "آپشن" نہیں ہوتا۔
"گھر تو اچھا ہے.... کماتا نہیں ہے کیا؟ پہلے تو بڑی دولت لٹاتی اس نے تیرے اوپر۔" وہ پورے فلیٹ کا جائزہ لیتے ہوئے تنقیدی انداز میں کہہ رہی تھی۔
"اللہ کا شکر ہے اماں! بس نوکری مل جائے تو جو مسئلے ہیں' وہ بھی حل ہو جائیں گے۔" وہ جوس کا گلاس ماں کو تھماتے ہوئے بولی۔
"بڑی بے وقوف نکلی تو زری۔ لاکھوں کا وجود مٹی میں رول دیا تو نے۔ "اس" کی خاطر۔"
زرگل بائی نے تاسف اور تحقیر بھرے انداز میں سونے کی انگوٹھیوں بھرے ہاتھ سے فلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔
زرنگار کو ماں کی بات پر غصہ نہیں آیا۔
"عزت کی خاطر اماں۔ سو اب میں نے بھی نہیں کیا۔" وہ مسکرائی تو چہرے پر ذرہ بھر بھی ندامت نہ تھی۔
"ہنہ.... عزت کو کتنے دن چاٹے گی بیٹھ کر زری۔ اپنے میاں سے بات کر۔ کون سا دھندا کرتی تھی تو۔ گا نا گا کے تو شریف گھرانوں کی لڑکیاں بھی کماتی ہیں۔"
"مگر طوائف کے گھر یہ سب "دھندا" کہلاتا ہے اماں۔" وہ آزردہ ہوئی۔
"اپنے شوہر سے کہہ۔ اگر مان جائے تو میں کام دلوادوں گی تجھے۔ ٹی وی کا ایک ڈائریکٹر واقف ہے میرا۔"
شیطان کا ایک روپ نہیں ہوا کرتا۔ آج وہ زرگل بائی بن کے آیا تھا۔
زرنگار ہنسنے لگی۔
"جوس پیو اماں! ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"
زرگل بائی برا مان گئی۔

"دل کٹ رہا ہے میرا تجھے ان برے حالوں میں دیکھ کر۔ فلیٹ بھی یقیناً" کرائے کا ہوگا۔ کل کو فاقوں پہ نوبت آجائے گی۔"

"اماں۔ تم تو ایسے ہی جذباتی ہو رہی ہو۔ میں بہت خوش ہوں وقار کے ساتھ۔ عزت کے ساتھ محبت ملے تو لڑکی پھول کی طرح کھل اٹھتی ہے۔" زرنگار نے اسے یقین دلایا۔

"ہمنہ۔ کل تو اسی عزت کی چٹنی کے ساتھ روٹی لگا کے کھانا۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے جوس کے گھونٹ بھرنے لگی۔ دل ہی دل میں طے کر لیا تھا کہ وقار آفندی سے بھی بازپرس ضرور کرنی ہے۔ بھئی خرید لیا تو کیا ہوا۔ اچھے حالوں میں تو رکھے زرگل بائی کی بیٹی کو۔

"مائیں اپنی اولاد کو بددعا نہیں دیا کرتیں اماں! دعا کرو میرے لیے۔ اپنے داماد کے لیے۔" زرنگار نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"میں نے تو سمجھایا تھا تجھے زری! عیش کر رہی تھی کوٹھے پر۔ یہ عشق و عاشقی طوائفوں کو راس نہیں آتی۔" وہ ابھی بھی متاسف تھی۔

زرنگار نے اسے ٹوکا۔ "میں طوائف نہیں تھی ماں! بس ایک طوائف کے گھر پیدا ہونا میرا گناہ بن گیا۔"

"تو میں نے بھی تیری لاج رکھی۔ کبھی کام دھندے کا نہیں کہا تجھے۔ پتا ہے لوگ.... کتنا دیتے تھے تیرا؟ مگر میں نے کہہ دیا۔ بچی صرف تو آزیبچے گی اور بس۔"

زرگل بائی اپنا احسان جتا رہی تھی۔ زرنگار نے گہری سانس بھری۔ وہ دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ وقار کے آنے سے پہلے ہی ماں چلی جائے۔

مگر ہر دعا کی قسمت میں قبولیت نہیں لکھی ہوتی۔

تھکا ماندہ وقار اسی وقت گھر آیا تو زرگل بائی کو وہاں پا کر اسے جھٹکا سا لگا۔ فی الفور زرنگار کو دیکھا۔

"وہ..." وہ بھی گڑبڑا گئی۔

"اماں آج بازار میں مل گئی تھیں تو... گھر دیکھنے چلی آئیں۔"

"ہوں... دیکھ لیا گھر...؟" گھر آئے مہمان کو اب کیا کہتا۔ پھر ول نواز بیوی کی ماں۔

"ہاں دیکھ لیا..." زرگل بائی گلاس رکھتے اٹھ کھڑی ہوئی اور وقار کے بالمقابل آکر چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"پچھتا رہا ہوں حال اپنی نازوں پلی بیٹی کا۔ اس سے اچھے حالوں میں تو یہ طوائف کے کوٹھے پر تھی وقار آفندی! تم تو ایک طوائف جتنا بھی نہیں کما سکے۔"

"اف...!" زرنگار کا دماغ چکرا سا گیا۔ ادھر وقار آفندی ایک دم سے غیض و غضب کی لپیٹ میں آیا تھا۔

میہاہ سب سے پہلے آکر گاڑی میں بیٹھی اور فائل کھول کر نوٹس چیک کرنے لگی۔ باقی تینوں بھی بس آنے ہی لگی تھیں۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلا تو میہاہ نے بے دھیانی سے ڈرائیور کو دیکھا اور پھر اپنے نوٹس دیکھنے لگی۔ مگر پھر ایک جھٹکا کھا کر اس نے دوبارہ سر اٹھا کر دیکھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر موحد آفندی پورے کروفر کے ساتھ براجمان تھا۔

"ایکسکیوزمی مسٹر۔ اس گاڑی میں ہم جاتے ہیں۔" تیوری چڑھاتے ہوئے اطلاع دی۔

"نہیں مرضی تو نہ جاؤ۔ پتا تو ہوگا تمہیں یہ بابا جان کی گاڑی ہوا کرتی تھی۔ آج سے یہ میں استعمال کیا کروں گا۔"

موحد آفندی نے بے حد اطمینان سے کہتے ہوئے اس کا دماغ گھما دیا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)